

خوفناک کہانی

# خوفناک مشغلہ



تحریر: معظم جاوید بخاری

پنکی بڑی پیاری لڑکی تھی۔ وہ ساحل سمندر کے پاس ایک چھوٹی سی کالونی میں رہتی تھی۔ اس کی عمر دس سال تھی۔ اس کا باپ ایک سرکاری ملازم تھا۔ صبح سویرے اپنی موٹر سائیکل پر سوار ہوتا اور دفتر کیلئے نکل جایا کرتا جبکہ اس کی ماں قریبی سکول میں پڑھاتی تھی۔ پنکی اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی۔ وہ اکثر ماں باپ کی غیر موجودگی میں کھیلنے اور نہانے کیلئے سمندر کے ساحل پر آ جاتی اور سمندر کی لہروں سے خوب لطف اندوز ہوتی۔ وہ ماں باپ کی واپسی سے پہلے ہی گھر پہنچ جاتی تھی اس لئے ماں باپ کو پتہ ہی نہ چلتا کہ پنکی ساحل سمندر پر کھیلنے جاتی تھی۔ یہ چوری چھپے کھیل کا سلسلہ بڑے عرصے سے جاری تھا۔ البتہ چھٹی کے دنوں میں پنکی گھر میں پڑے بیزار ہو جاتی تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اسے چھٹی والے دن اچھے نہیں لگتے تھے۔ ایک دن اس نے اپنی ماں کو یہ کہتے سنا کہ پنکی کو سکول میں داخل کر دینا چاہئے۔ اس عمر میں بچے کئی کلاسیں پھلانگ چکے ہوتے ہیں مگر اس کا باپ پرانے زمانے کا اور دقیانوس طبیعت کا شخص تھا۔ اس نے صاف الفاظ میں منع کر دیا کہ

## خونناک مشغلہ



تحریر: معظم جاوید بخاری



ہمارے ہاں کی بیٹیاں سکولوں میں پڑھنے نہیں جاتیں۔ تم وقت نکال کر پنکی کو گھر کے کام کاج سکھایا کرو۔ اس کی ماں کا احتجاج کچھ کام نہیں آیا۔ پنکی کو سکول بھی پسند نہیں تھا کیونکہ وہاں جانے کے باعث اس کی تفریح بالکل ختم ہو کر رہ جاتی۔ اس نے اپنے باپ کے فیصلے پر خوشی کا اظہار کیا اور کھیل کود میں خوب دل لگا لیا۔

پنکی کی زندگی میں فیصل کی آمد بڑی خوشگوار ثابت ہوئی۔ وہ بارہ سال کا خاموش طبع لڑکا تھا۔ وہ اکثر ساحل پر بیٹھا ریت کے ساتھ کھیلتا ہوا دکھائی دیتا تھا یا پھر کبھی کبھار اس کے ہاتھ میں ویڈیو گیم ہوتی جس کے بٹنوں پر اس کی انگلیاں تھرتکتی رہتی تھیں۔ وہ کبھی کبھی سمندر کی لہروں میں کھیلتے ہوئے پنکی کا ساتھ دیتا تو پنکی کا مزہ دو بالا ہو جاتا۔ پنکی اس کی ویڈیو گیمز سے اکثر چڑ جاتی تھی کیونکہ گیم کھیلتے ہوئے وہ اس کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتا تھا۔ دوسرا وہ عجیب سی گیمز کھیلتا تھا۔ جس میں مار دھاڑ اور قتل و غارت والی گیمز نمایاں ہوتی تھیں۔ پنکی اس کے بارے میں صرف اتنا جانتی تھی کہ وہ قریب والے فارم ہاؤس پر رہتا ہے جہاں ایک بڑا نیلا تالاب موجود تھا۔ اس نے نہ تو اس کے ماں باپ کو دیکھا تھا اور نہ ہی ان کے بارے میں کچھ جانتی تھی۔ کھیل کود میں ایک ساتھی پا کر وہ بے حد خوش تھی۔ اس کیلئے بس اتنا ہی کافی تھا۔





دو دنوں کی چھٹی کے بعد پنکی جب ساحل پر پہنچی تو اسے فیصل ایک چٹائی پر بیٹھا دکھائی دیا۔ وہ ہاتھ میں کچھ لئے ہوئے تھا۔ پنکی اس کے قریب پہنچی تو اس نے پوچھا کہ کیا کھارہے ہو؟ فیصل نے منہ بسور کر کہا۔ ”یہ لڑکیوں کے کھانے والی چیز نہیں ہے۔“ پنکی نے ہنس کر کہا کہ ”میں نے تم سے مانگی تھوڑی ہے! بس ویسے ہی پوچھا تھا۔“ فیصل نے اپنی بند مٹھی کھول دکھائی تو اس میں ایک سفنج کا سفید ٹکڑا دکھائی دیا۔ پنکی کو سمجھ نہیں آیا کہ بھلا اس سفنج کھانے سے کیا مزہ ملتا ہوگا؟ خیر وہ اسے سفنج کھاتا چھوڑ کر سمندر کے پانی کی طرف بڑھ گئی۔ وہ دھیمے دھیمے آنے والی پانی لہروں سے کھیلنے لگی۔ اچانک اسے اپنے پاؤں کے قریب کوئی چیز سرکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے

ہاتھ بڑھا کر اس چیز کو پکڑا اور پانی سے باہر نکال کر دیکھا

تو وہ دنگ رہ گئی۔ یہ ایک سفنج کا ٹکڑا تھا بالکل ویسا ہی

جیسا اس نے فیصل کے ہاتھ میں کچھ دیر پہلے

دیکھا تھا۔ اس نے گردن گھما کر دیکھا تو فیصل

اپنی چٹائی پر بیٹھا ویڈیو گیم کھیلتا ہوا دکھائی دیا۔

سفنج کا ٹکڑا ہاتھ میں تھا اور دل و دماغ میں اس

کے ذائقے کا تجسس۔ اس نے سفنج کا ٹکڑا منہ کے

قریب کیا اور زبان لگا کر اسے چکھا۔ وہ حیران رہ گئی۔

سفنج کا ٹکڑا شہد کی طرح میٹھا تھا۔ اس نے پل کیلئے

سوچا کہ فیصل یقیناً سمندر میں سے یہ ٹکڑے نکال کر جمع

کرتا ہوگا اور پھر چٹائی پر بیٹھ کر







آرام سے کھاتا ہے۔ اس نے سوچے سمجھے بغیر اس سفنج کا ٹکڑا منہ میں ڈال لیا۔ وہ اسے چبانے لگی۔ اس سفنج کی مٹھاس اس کے حلق سے اترتی چلی گئی اور پانی لہروں میں کھیلنے کا مزہ بڑھتا چلا گیا۔ اچانک فیصل اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ تم کیا کھا رہی ہو؟ پنکی نے ہنس کر اس سفنج کا ٹکڑا منہ سے نکال کر اسے دکھایا۔ یہ دیکھ کر فیصل کے چہرے کی عجیب سی حالت ہو گئی۔ ”جب میں تمہیں منع کیا تھا کہ یہ تمہارے کھانے کی چیز نہیں تو پھر تم نے اسے کیوں کھایا؟“ فیصل نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔ ”یہ کمال کا میٹھا ہے۔“ پنکی نے چٹخارہ لیتے ہوئے کہا۔ ”ارے یہ کیا؟ تمہارا چہرہ نیلا ہوتا جا رہا ہے۔“ فیصل نے چونک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پنکی اس کی بات سن کر ہنسنے لگی۔ ”اب تم مجھے ڈرانے کیلئے مذاق پر اتر آئے ہو۔“ پنکی نے لاپرواہی میں بات ٹال دی۔ فیصل نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ واقعی پنکی کا چہرہ نیلی رنگت میں بدلتا جا رہا تھا۔ اس کے ہونٹ گال اور ٹھوڑی گہرے نیلے رنگ کی ہو گئی تھی جیسے کسی نے اس کے چہرے پر روغن کر دیا ہو۔ نیلی رنگت آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی اور پنکی اس سے بے خبر اس سفنج کا ٹکڑا چیونگم کی طرح چبانے میں مصروف



تھی۔ پنکی کو اس بات کا احساس اس وقت ہوا جب اس کے بازو اور ہاتھ نیلے ہو گئے۔ پنکی یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی اور اس نے ڈر کے مارے آسٹج کا ٹکڑا منہ سے نکال کر پانی میں واپس پھینک دیا۔ اس نے فیصل کی طرف ہاتھی نگاہوں سے دیکھا کہ وہ کچھ کرے۔ مگر فیصل خاموش کھڑا اس کے جسم میں ہونے والے تغیر کو دیکھ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا سارا بدن گہرا نیلا ہو گیا۔ وہ عجیب سی مخلوق دکھائی دینے لگی۔ پنکی اپنی رنگت پر پریشان تھی مگر جب دوسری تبدیلی اس کے جسم میں پیدا ہوئی تو اس کی چیخیں نکل گئیں۔ اس کے بدن میں ہوا بھرنے لگی تھی، وہ پھولنا شروع ہو گیا تھا۔ پنڈلیاں اور ٹانگیں پھول کر بھدی دکھائی دینے لگیں۔ اگلے لمحوں میں اس کے بازوؤں میں بھی ہوا بھر گئی۔ پنکی اب بری طرح سے رو رہی تھی مگر فیصل کوئی مدد کرنے پر آمادہ دکھائی نہیں دیتا تھا یا پھر شاید اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ اس کی کیا مدد کی جائے؟ ساحل سمندر پر پانی کی لہروں کے شور کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ نہ کوئی آدمی اور نہ ہی کوئی بچہ۔ وہ دونوں اس وقت اکیلے تھے۔ جب پنکی کے پیٹ میں ہوا بھرنے لگی تو وہ شدید تکلیف سے چیخنے چلانے لگی۔ پیٹ پھولتا چلا گیا اور کپا ہو گیا۔ اس کا لباس



پھٹنے لگا اور فراک کے بٹن ٹوٹ کر زمین پر گر گئے۔ پنکی چیخ رہی تھی مگر وہ خود میں بھرنے والی ہوا کو روک نہیں پا رہی تھی۔ یہ ہوا کہاں سے اس کے جسم میں آرہی تھی۔ اس بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا۔ بیس منٹ بعد پنکی پہلے جیسی بالکل نہیں رہی تھی۔ اس کے عضو عضو میں ہوا بھر چکی تھی اور وہ بڑے غبارے کی مانند دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی ٹانگیں چیر چکی تھیں اور پاؤں بڑے غبارے کے دائیں اور بائیں کناروں پر دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اپنے قد سے دس گنا بڑے غبارے نما گیند میں بدل چکی تھی۔ اس کے بازو اور ٹانگیں گیند کا حصہ بن کر گم ہو چکی تھیں۔ اگر کوئی اسے اس حالت میں دیکھتا تو یقیناً اسے انسان نہیں کوئی اور ہی مخلوق سمجھتا۔ ہوا بھرنے کا عمل رُکا نہیں تھا مگر اس کی رفتار میں کچھ کمی پیدا ہو گئی تھی۔

”فیصل! کچھ تو کرو۔ خدا کیلئے کچھ تو میری مدد کرو۔“ پنکی گڑ گڑا کر بولی۔ فیصل کے چہرے پر اب شیطانی مسکراہٹ دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بلند آواز میں بولا۔ ”تمہاری اب کوئی بھی مدد نہیں کر سکتا کیونکہ تم اچھی بچی نہیں ہو۔ تم تنہا سمندر پر کھیلنے آتی ہو اور اپنے والدین کو دھوکے میں رکھتی ہو۔ تم جیسی نا سمجھ لڑکیوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا





چاہئے۔“ پٹکی نے منت سماجت کی مگر فیصل نے کوئی توجہ نہیں دی۔ کچھ دیر بعد وہ ہنستا ہوا بولا۔ ”آج تمہاری زندگی کا آخری دن ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ تم لاعلمی میں ماری جاؤ۔ میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ وہ سَفَنج میرا ہی تھا جسے تم نے کھایا تھا۔ اسے میں نے ہی جان بوجھ کر تمہارے پاس پھینکا تھا تا کہ تم اسے پا کر کھا جاؤ۔ اور پھر بالکل ویسا ہی ہوا جیسا میں نے چاہا تھا۔ یہ سَفَنج ایک مخصوص کیمیکل میں بھیگا ہوا تھا جو حرارت ملنے پر بھاری مقدار میں ہوا پیدا کرتا ہے۔ اسے کام کرنے کیلئے جسم کے اندر موجود حرارت کافی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمہارا جسم پھول کر کیا ہو گیا۔“

”فیصل! تم شاید مذاق کر رہے ہو! براہ کرم ایسا مت کہو۔ میں تمہاری دوست ہوں اور تمہارے ساتھ اتنے دنوں سے کھیلتی آئی ہوں۔ کیا تم میرے ساتھ ایسے مذاق کرو گے؟“ پٹکی نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔ ہوا کا دباؤ بڑھ رہا تھا۔ پٹکی کے انگ انگ میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ وہ بری طرح کراہ رہی تھی۔ فیصل ڈھٹائی کے ساتھ ہنسا۔ ”میں مذاق نہیں کیا کرتا۔ مجھے تو مذاق بالکل پسند نہیں۔ میں تو عملی لڑکا ہوں جو میرے دماغ میں بس جاتا ہے وہ کرگزرتا ہوں۔ آوارہ پھرنے والی لڑکیوں کو غبارے بنا کر پھوڑ دینا میرا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ اور ہاں یہ بھی سن لو کہ غبارہ بننے والی تم پہلی لڑکی نہیں ہو۔ تم سے پہلے بھی کئی لڑکیوں کو میں نے غبارہ بنا کر ان کے ساتھ خوب مزہ کیا اور پھر انہیں پھوڑ دیا۔ ہا ہا ہا.....“ فیصل نے ادھر ادھر کا جائزہ لیا دور دور تک کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے غبارہ بنی پٹکی کو دھکا دیا۔ پٹکی لڑھکتی ہوئی کئی قدم آگے چلی گئی۔ خوف اور دہشت سے اس کا چہرہ پھٹا پھٹا دکھائی دے رہا تھا۔ پٹکی اب ایسی حالت میں نہیں تھی کہ





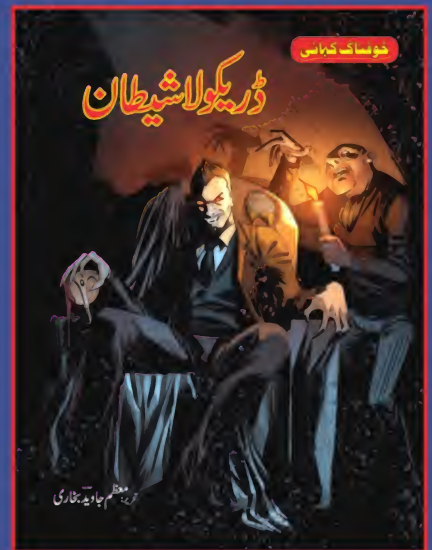
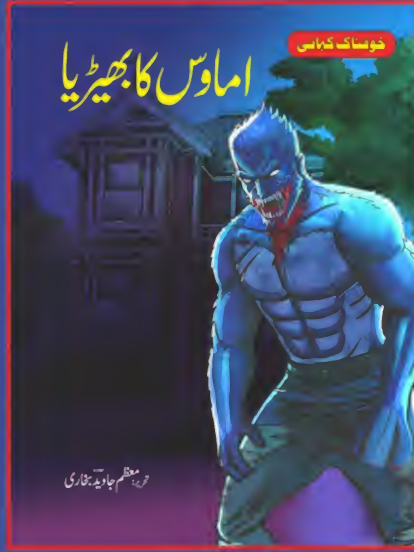


کوئی مزاحمت کر پاتی وہ مکمل طور پر فیصل کے رحم و کرم پر تھی۔ فیصل اسے لڑھکاتا ہوا اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ وہ اسے اپنے پانی والے تالاب کے پاس لے آیا۔ پنکی دہشت بھری نظروں سے یہ سب دیکھ رہی تھی مگر وہ کچھ بھی کرنے سے قاصر تھی۔ فیصل اسے کبھی ایک طرف لڑھکاتا اور کبھی دوسری طرف۔ وہ بالکل بچوں کی مانند غبارے سے کھیلتا رہا۔ یہ بڑا اذیت ناک وقت تھا۔ پنکی کے جسم میں ہوا پیدا ہونے کا عمل جاری تھا اور اس کا حجم مزید بڑھ رہا تھا۔ اگر یہ عمل نہ رکا تو وہ یقیناً غبارے کی مانند پھٹ جاتی۔ موت اس کے نگاہوں کے سامنے ناچ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد فیصل کے من میں جانے کیا بات آئی کہ اس نے واٹر ٹینک کا پائپ نکالا اور اسے پنکی کے منہ میں ٹھونس ڈالا۔ نل کھولتے ہی پانی دھڑا دھڑ پنکی کے غبارے نما جسم میں بھرنے لگا۔ پنکی کی آنکھیں تکلیف سے اُبل آئیں۔ پھر تکلیف بڑھتی چلی گئی۔ پنکی کے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اور اس کا ذہن ماؤف ہوتا چلا گیا۔ آخر وہی ہوا جس کے بارے میں فیصل نے کہا تھا۔ پانی اور ہوا کے دباؤ سے پنکی کا جسم چیتھڑوں میں بدل گیا۔ نیلا غبارہ پھٹ چکا تھا اور پنکی موت کے گھاٹ اتر چکی تھی۔ اس کے جسم کے چیتھڑے تالاب کے کناروں پر بکھرے پڑے تھے۔ دھماکے کی آواز سن کر فیصل نے بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ آج اس نے نیلا غبارہ بنایا تھا اور پھر کھیل کر اسے پھوڑ دیا تھا۔





# بچوں کیلئے خوشناک اور سنسنی خیز کہانیاں



فضل الہی مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور  
Ph: 042-37224472

الاسد پبلی کیشنز

